امام علی رضاؑ محافظ شریعت مجدد شیعت

ڈاکٹر مظفر سلطان حسن ترابی اعظمی،

پروردگار عالم نے انسانوں کی رشد وہدایت اور بندوں کی دینی ودنیوی فلاح و بہبود کے لئے اپنے منتخب وبرگزیدہ نمائندوں کو منصب نبوت ورسالت اور خلافت وامامت پر فائز کر کے ہدایت ورہبری کی حیثیت سے ہر دور، ہر زمانے اور ہر علاقے میں بھیجا ہے۔ ان ہادیان دین وآئین الٰہی نے لوگوں کے ہاتھوں ہر طرح کی سخت سے سخت اذیت ومصیبت اٹھا کر بھی ان کی رشد وہدایت کے فرائض پوری ذمہ داری اور جانفشانی کے ساتھ ہر طرح کی قربانی دے کر انجام دئے۔ چنانچہ تاریخ انسانیت کے ہر دور اور دنیائے بشریت کے ہر علاقے میں جناب آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ومرسلین ہادیان دین وآئین الٰہی اور مبلّغ ومحافظ سنت وشریعت خداوندی کے عظیم الٰہی منصب پر فائز ہوکر صحف سماوی اور کتب آسمانی کی شکل میں اپنے ساتھ الٰہی احکام لے کر تشریف لائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تقریباً چھ سو سال کی طولانی مدت کے دوران دنیائے ہدایت وشریعت میں ایک ایسا سکوت سا نظر آتا ہے جس میں بظاہر کوئی باقاعدہ ہادی نبیؐ یا رسولؐ کی شکل میں کہیں نہیں آیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب پیغمبر آخرالزّماں حضرت محمد مصطفیٰؐ کو ربّ العالمین نے رحمۃ للّعالمین کے لقب سے سرفراز فرما کر اپنے دین مبین کو منزل کمال اور مقام معراج پر پہونچانے کے لئے خاتم النّبیینؐ کی حیثیت سے بھیجا تو گویا آپ نے دین اسلام کا دوبارہ احیاء کیا اور بانئ اسلام قرار پائے۔ اور تیرہ سالہ مکّی زندگی اور دس سالہ مدنی زندگی پر مشتمل کل تئیس سالہ تبلیغی زندگی، مجاہدانہ ومعجزانہ تبلیغ واشاعت کے ذریعے دین مبین کو پایۂ تکمیل تک پہونچا کر اپنے حج آخر سے واپسی کے موقع پر ۱۸/ ذی الحجہ ۱۰ھ کو غدیر خم کے میدان میں سوا لاکھ حاجیوں اور صحابیوں کے مجمع کثیر کے سامنے خدا کے حکم سے مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت ومولائیت کا اعلان اور دیگر تمام منصوص من اللہ ائمہ طاہرین کی امامت کی نشاندہی کر کے قیامت تک کے لئے دین اسلام کی حفاظت کی پوری ضمانت دیدی اور بندوں کی ہدایت کا مکمل انتظام کردیا۔

یوں تو اہلبیت اطہار اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی ہر فرد نے ہر عہد خصوصاً دور بنی امیّہ اور

دور بنی عباس میں محافظ دین مبین اور پاسبان سنت وشریعت کی حیثیت سے اپنے علم وعرفان ،حکمت ومعرفت،اخلاق وکردار اور حسن سیرت کے ذریعے قیدوبند کی اذیتوں،ایوانوں اور زندانوں کی صعوبتوں اور مصائب وآلام کی مصیبتوں کے باوجود پورے عزم واستقلال اور صبرو استقامت کے ساتھ جذبۂ ایثار وقربانی سے سرشار ہوکردین اسلام کی حفاظت اور اشاعت کا فریضہ بخوبی انجام دیا۔ لیکن خاص طور سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام علی رضا علیہ السلام کو نسبتاً کچھ ایسے سازگار حالات میسر ہوئے جن میں انہیں سنّت وشریعت کے ساتھ ہی شیعت کی بھی تبلیغ وترویج اور نشرو اشاعت کے مناسب مواقع حاصل ہوگئے اور انہوں نے تبلیغ حق کے لئے ان کا خاطر خواہ استعمال کیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا زمانہ چونکہ بنی امیہ اور بنی عباس کے درمیان اقتدار کے لئے سخت سیاسی کشمکش اورکشاکش کا زمانہ تھا اس لئے آپ اہل اقتدار کی نگرانی اور اذیت رسانی سے کسی حد تک محفوظ رہے اور اس مہلت وفرصت کوغنیمت جان کر دین اسلام کی تبلیغ ، مذہب اہلبیتؑ کی ترویج اور الٰہی شریعت کے ساتھ ہی شیعت کی بھی ترویج وتبلیغ اورنشرواشاعت میں ہمہ وقت اور ہمہ تن مصروف ہوگئے۔اسی طرح امام علی رضا علیہ اسلام کے دور میں بھی چونکہ مامون رشید اپنے بھائی امین کو جنگ میں قتل کرنے کے بعدعراقیوں اورعلویوں کی بغاوت اوربعض اولا دفاطمہؑ بلکہ خود امین حامی بنی عباس کی کئی بڑی جماعتوں کی مخالفت کےخوف میں مبتلا ہوکر اپنی حکومت کومحفوظ ومضبوط اور محکم ومستحکم کرکے اپنے اقتدارکواستوار وپائیدارکرنے میں مصروف تھا اس لئے سیاسی مصلحت کے تحت حالات کے زیر اثر وقتی طور پرآل رسولؐ مقبول اور اہلبیت پیغمبرؐ اکرم اپنی قلبی اور باطنی عداوت کوظاہری اور زبانی عقیدت کے عارضی پرفریب نقاب کے اندرچھپانے کے لئے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی دلجوئی وخاطرداری کے لئے مجبور تھا اس لئے ان پرآشوب حالات میں آپ کو بھی ایسے سازگار ماحول اور مناسب مواقع حاصل ہوگئے جن سے آپ نے خاطرخواہ استفادہ کرکے کسی حد تک اطمینان وسکون کے ساتھ دین مبین کی ترویج وتبلیغ ، مذہب اہلبیتؑ کی بقاوارتقا اور مسلک تشیع کی توسیع وتحفظ کا فریضہ بخیروخوبی انجام دیا۔جیسا کہ حجۃ الاسلام مولانا سید نجم الحسن کراروی مورخین کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ

’’مورخین کا بیان ہے کہ آل محمدؐ کے اس سلسلے میں ہر فرد حضرت

احدیت کی طرف سے بلند ترین علم کے درجے پر قرار دیا گیا تھا جسے دوست اور دشمن سب کو ماننا پڑتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ کسی کو علمی فیوض پھیلانے کا زمانے نے کم موقع دیا اور کسی کو زیادہ، چنانچہ ان حضرات میں سے امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد اگر کسی کو سب سے زیادہ موقع حاصل ہوا ہے تو حضرت امام رضا علیہ السلام ہیں۔[۱]"

چنانچہ آپ نے مامون رشید کے ساتھ حکومت عباسیہ کے دار الخلافہ مرو کے دوران قیام حُسن اتفاق سے صرف اسلامی علماء وفضلاء ہی نہیں بلکہ دیگر ادیان ومذاہب اور اقوام وملل کے علماء وزعماء کو بھی مختلف موضوعات پر متعدد ومناظروں اور مباحثوں کے ذریعے الٰہی دین وآئین، سنّت وسیرت،اسلامی اصول وقوانین کی صداقت وحقانیت نیز شیعی تہذیب وروایت اورفرہنگ وثقافت کی عظمت و اہمیت سے روشناس کرایا۔ اس سلسلے میں حجت الاسلام مولانا سید نجم الحسن کراروی رقم طراز ہیں کہ

" جناب امام رضا علیہ السلام کو اتفاق حسنہ سے اپنے علم وفضل کے اظہار کے زیادہ مواقع پیش آئے کیونکہ مامون عباسی کے پاس جب تک دارالحکومت مرو تشریف فرما رہے ۔ بڑے بڑے علما وفضلاء کو علوم مختلف میں آپ کی استعداد اور فضیلت کا اندازہ کرایا گیا اور کچھ اسلامی علماء وفضلاء پر موقوف نہیں تھا بلکہ علماء یہود ونصاریٰ سے بھی آپ کا مقابلہ کرایا گیا۔مگر ان تمام مناظروں اور مباحثوں میں ان تمام لوگوں پر آپ کی فضیلت اور فوقیت ظاہری ہوئی"۔[۲]

چونکہ آپ نے الٰہی واسلامی سنت وشریعت کے ساتھ ہی اہلبیت اطہار علیہم السلام کی تہذیب وروایت اور ان کے دوستوں اور شیعوں کی بھی باعظمت فرہنگ وثقافت سے دنیا کو متعارف کرایا اور ان کی عظمت وجلالت کا قائل کرکے نیز ان کی صداقت وحقانیت کا اعتراف کرا کے دین وشریعت کے تحفظ کے ساتھ ہی شیعت کی تجدید وترویج بھی فرمائی اس لئے آپ کو محافظ شریعت کے ساتھ ہی مجدد شیعت کی حیثیت بھی حاصل ہے۔ چنانچہ علاّمہ ابن اثیر جذری اپنی کتاب جامع الاصول میں لکھتے ہیں کہ

''حضرت امام رضا علیہ السلام تیسری صدی ہجری میں اور ثقۃ الاسلام علاّمہ کلینی چوتھی صدی ہجری میں مذاہب امامیہ کے مجدد تھے'' [۳]

اور محدث دہلوی شاہ عبد العزیز اس سلسلے میں ابن اثیر جذری کے قول کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ

''ابن اثیر جذری صاحب'' جامع الاصول'' حضرت امام علی بن موسیٰ الرضارا مجدد مذہب امامیہ در قرن ثالث گفتہ است'' (یعنی ابن اثیر جذری صاحب جامع الاصول نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو تیسری صدی میں مذہب امامیہ کا مجدّد کہا ہے۔ [۴]

بنی امیہ کے تقریباً سو سالہ پر تشدد اور پر مظالم دور اقتدار میں اور ستمگار اور تخریب کار حکمرانوں کے ہاتھوں الٰہی و اسلامی سنت و شریعت مسلسل تحریف و تخریب کا شکار اور شیعت شکنجہ وفشار سے دو چار رہی۔ اس دوران دین مبین کی طویل زبوں حالی اور شیعیان حیدر کرار اور محبان اہلبیت اطہارؑ کی مسلسل پامالی کے بعد آل محمدؐ واہلبیت پیغمبر نام نہاد حمایت کے بہانے اولاد علیؑ و بنیؑ و فاطمہؑ کی نصرت کے نام پر حاصل کی ہوئی بنی عباس کی حکومت میں جب ہادیان دین مبین اور ائمہؑ طاہرین کو کچھ عارضی رعایت وسہولت حاصل ہوئی تو انہوں نے الٰہی سنت وشریعت کی حفاظت، اسلامی تہذیب وروایت کی اشاعت اور شیعی فرہنگ وثقافت کی حمایت میں نہایت اہم اور موثر کردار ادا کیا۔ چنانچہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام بھی اپنے زمانے میں اپنے آباء طاہرین کی اس مقدس دینی وراثت کی تبلیغ وترویج میں برابر سرگرم عمل رہے۔ اور بقول حجۃ الاسلام مولانا سید نجم الحسن کراروی صاحب۔

''پھر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد جب آپ مدینہ میں تھے اور روضہ رسولؐ پر تشریف فرما رہے تھے تو علمائے اسلام مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ محمد بن عیسیٰ یقیطینی کا بیان ہے کہ میں ان تحریری مسائل کو جو حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھے گئے تھے اور آپ نے ان کا جواب تحریر فرمایا تھا اکٹھا کیا تو اٹھارہ ہزار کی تعداد میں تھے'' [۵]

علماء وفضلاء کی علمی وروحانی تشنگی اور ذوق وشوق کا عالم اور آپ سے کسب فیض کا جذبہ نیز

عوام وخواص کو آپ کے دیدار وزیارت کا اشتیاق وانتظار اتنا شدید تھا کہ جب مامون رشید کی طرف سے ولی عہدی کا عہدہ تفویض کئے جانے کے لئے طلب کئے جانے پر مدینۂ منورہ سے خراسان کی طرف عازم سفر ہوئے تو راستہ میں جگہ جگہ آپ کے دیدار واستقبال کے لئے مجمع کثیر موجود تھا اور شہر و بیرون شہر آپ سے علمی و روحانی استفادہ کے لئے ہزاروں کا ہجوم امنڈ پڑا۔ چنانچہ مولانا نجم الحسن کراروی صاحب مورخین کے حوالے سے اس پرنور منظر اور ایمان افروز موقع کی منظر کشی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں :

’’ مورخین لکھتے ہیں کہ جب آپ کی مقدس سواری نیشا پور کے قریب پہنچی تو جملہ علماء و فضلائے شہر نے بیرون شہر حاضر ہوکر آپ کی رسم استقبال ادا کی۔ داخل شہر ہوئے تو تمام خورد و بزرگ شوق زیارت میں امنڈ آئے۔ مرکب عالی جب مربعۂ شہر (چوک) میں پہنچا تو ہجوم خلائق سے زمین پر تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی....اس وقت امام المحدثین حافظ ابو ذرعہ رازی اور محمد بن اسلم طوسی آگے آئے۔ ان کے پیچھے اہل علم وحدیث کی ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی اور باین کلمات امام علیہ السلام کو مخاطب کیا۔ اے جمیع سادات کے سردار ، اے تمام اماموں کے امام، اور اے مرکز پاکیزگی آپ کو رسولؐ اکرم کا واسطہ، آپ اپنے اجداد کے صدقے میں ہمیں دیدار کا موقع دیجئے اور کوئی حدیث اپنے جد نامدار کی بیان فرمایئے۔ یہ کہہ کر محمد بن رافع، احمد بن حارث، یحیٰ بن یحیٰ اور اسحاق بن راہو یہ نے آپ کے قاطر (سواری) کی باگ ڈور تھام لی۔ ان کی استدعا سن کر آپ نے سواری روک دئے جانے کے لئے اشارہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ حجاب اٹھادئے جائیں۔ فوراً تعمیل کی گئی۔ حاضرین نے جونہی وہ نورانی چہرہ اپنے رسولؐ کے جگر گوشہ کا دیکھا۔ سینوں میں دل بے تاب ہوگئے... کسی کو یارائے ضبط باقی نہ رہا۔ وہ سب کے سب بے اختیار ڈھاڑیں مارکر رونے لگے۔ بہتوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ کچھ زمین پر گر کر لوٹنے لگے۔ بعض سواری کے گرد و پیش گھومنے اور چکر لگانے لگے۔ اور مرکب اقدس کی زین ولجام چومنے لگے۔ اور عماری کا بوسہ دینے لگے۔ آخر مرکب عالی کے قدم چومنے کے اشتیاق میں درّانہ بڑھے چلے آتے تھے۔ غرض کہ عجب طرح کا ولولہ تھا کہ جمال باکمال کو دیکھنے سے کسی کو سیری نہیں ہوتی تھی۔ ٹکٹکی لگائے رخ انور کی طرف نگراں تھے۔ یہاں تک کہ دوپہر ہوگئی اور ان کے موجودہ شوق وتمنا کی پرجوشیوں میں کوئی کمی نہیں آئی۔ اس وقت علماء وفضلاء کی جماعت نے بآواز بلند پکار پکار کر کہا اے مسلمانوں ذرا خاموش

ہوجاؤ فرزند رسولؐ کے لئے آزار نہ بنو۔ان کی استدعا پر قدرے شوروغل تھا،تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

حدّثنی ابی موسی الکاظم..الخ یعنی مجھ سے میرے پدر بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بیان کیا اور ان سے ان کے والد محترم امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان کیا اور ان سے ان کے پدر عالی قدر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بیان کیا اور ان سے ان کے والد معظم حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے بیان کیا اور ان سے ان کے پدر بزرگوار حضرت امام حسین شہید کربلا علیہ السلام نے بیان کیا اور ان سے ان کے والد محترم حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے حبیب قلب و خنکی چشم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ مجھ سے جبرئیل علیہ السلام نے بیان کیا کہ مجھ سے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ لاالہ الاّ اللّٰہ حصنی فمن دخل حصنی دخل فی رحمتی وامن من عذابی (یعنی لا الہ الاّ اللّٰہ میرا قلعہ ہے پس جو اس کلمہٗ لا الہ الاّ اللّٰہ کا اقرار کرکے میرے قلعے میں داخل ہوگیا وہ گویا مری رحمت میں داخل ہوگیا اور میرے عذاب سے امن وامان پا گیا۔[۶]

یہ فرما کر آپ نے پردہ کھنچوا دیا، اور چند قدم بڑھنے کے بعد فرمایا بشرطھا و شروطھا وانا من شروطھا۔یعنی لاالہ الاّ اللّٰہ کہنے والا عذاب خدا سے نجات وامان ضرور پائے گا مگر اس کے کہنے اور نجات پانے کے لئے چند شرطیں بھی ہیں۔جن میں سے ایک شرط میں بھی ہوں یعنی ہم اہلبیتؑ کی محبت نجات کے لئے شرط ہے۔علماء نے ''تاریخ نیشاپور'' کے حوالے سے لکھا ہے یہ اس حدیث کے لکھنے میں مفرد دواتوں کے علاوہ چوبیس ہزار قلمدان استعمال کیے گئے۔[۷]

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی علمی جلالت اور روحانی وعرفانی عظمت کے معترف آپ کے ہمعصر علماء وفضلاء ہی نہیں بلکہ خود مامون رشید بھی آپ کی قدرومنزلت اور عظمت وجلالت کا قائل تھا۔ اور لوگوں کے درمیان اس کے اظہار واعلان کے مقصد سے مسلمان فقہاء اور دوسرے ادیان ومذاہب کے علماء وفضلاء کے ساتھ اکثر آپ کے مناظرے بھی منعقد کراتا تھا اور بقول علاّمہ ابن حجر مکی

'' آپ جلالت قدر، عترت وشرافت میں معروف ومذکور ہیں۔ اسی لئے مامون آپ کو بمنزلہ اپنی روح وجان جانتا تھا۔ اس نے اپنی دختر کا نکاح

آنحضرت علیہ السلام سے کیا۔ اور ملک وولایت میں اپنا شریک گردانا۔
مامون برابر علمائے ادیان وفقہائے شریعت کو جناب امام رضا علیہ السلام کے مقابلے میں بلاتا اور مناظرہ کراتا۔ مگر آپ ہمیشہ ان لوگوں پر غالب آتے تھے۔ اور خود ارشاد فرماتے تھے کہ میں مدینہ میں روضۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھتا۔ وہاں کے علمائے کثیر جب کسی علمی مسئلہ میں عاجز آجاتے تو بالاتفاق میری طرف رجوع کرتے۔ جواب ہائے شافی دے کر ان کی تسلی وتسکین کردیتا۔ ۸''

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مسلم فقہاء وفضلاء کے ساتھ ساتھ دیگر اقوام وملل اور ادیان ومذاہب کے علماء وزعماء خصوصاً علماء مجوس ویہود ونصاریٰ سے جو معرکتہ الآراء حق آگاہ وباطل شکن اور فیصلہ کن مناظرے کئے ہیں ان سے جہاں ایک طرف الٰہی سنت وشریعت کا دفاع اور اسلامی آئین وقوانین کا تحفظ ہوا وہیں دوسری طرف شیعی تہذیب وروایت اور فرہنگ وثقافت کو بھی بہت کافی فروغ ہوا۔ ان مناظروں میں خاص طور سے نصرانی عالم جاثلیق، یہودی عالم رأس الجالوت، مجوسی عالم ہرمزا کبر اور مسلمان علماء کے ساتھ ہونے والے علمی مناظرے اور مذہبی مباحثے بہت مشہور ہیں۔ ان مناظروں کے سلسلے میں حجتہ الاسلام مولانا سید نجم الحسن کراروی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

''مامون رشید کو خود بھی علمی ذوق تھا۔ اس نے ولی عہدی کے مرحلے کو طے کرنے کے بعد حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کافی استفادہ کیا پھر اپنے ذوق کے تقاضے پر اس نے مذاہب عالم کے علماء کو دعوت مناظرہ دی اور ہر طرف سے علماء کو طلب کرکے حضرت امام علی رضاؑ سے مقابلہ کرایا۔ عہد مامون میں امام علیہ السلام سے جس قدر مناظرے ہوئے ہیں ان کی تفصیل اکثر کتب میں موجود ہے۔ اسی سلسلے میں ''احتجاج طبرسی'' ''بحار''، ''دمعۃ السّاکبہ'' وغیرہ جیسی کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ ۹''

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ارشادات وتعلیمات میں دینی ومذہبی اور اخلاقی وروحانی علوم ومعارف سے متعلق اسرار ورموز کی تغیر وتعبیر کے ساتھ ہی سائنسی نکات وارشادات خاص طور سے طبّ وحکمت اور حفظان صحت کے اصول کی بہت مفید اور واضح نشاندہی کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں آپ

سے بہت سی احادیث مروی اور بہت سے اقوال منقول ہیں۔جن میں سے بعض یہ ہیں۔

"(۱) بچوں کے لئے ماں کے دودھ سے بہتر کوئی دودھ نہیں ہے۔(۲) سرکہ بہترین سالن ہے۔جس گھر میں سرکہ ہوگا وہ محتاج نہ ہوگا(۳) ہرانار میں ایک دانہ جنت کا ہوتاہے(۴) منقّی صفرا کو اور بلغم کو دور کرتاہے، پٹھوں کو مضبوط کرتاہے، نفس کو پاکیزہ بناتاہے اور رنج وغم کو دور کرتاہے۔(۵)شہد میں شفا ہے اگر کوئی ہدیہ کرے تو واپس نہ کرو(۶) گلاب جنت کے پھولوں کا سردار ہے (۷) بنفشہ کا تیل سر میں لگانا چاہیئے اس کی تاثیر گرمیوں میں سرداور سردیوں میں گرم ہوتی ہے(۸) جو زیتون کا تیل سر میں لگائے یا کھائے اس کے پاس چالیس دن تک شیطان نہ آئے گا (۹) اپنے بچوں کا ساتویں دین ختنہ کردیا کرو۔اس سے صحت ٹھیک رہتی ہے اور جسم میں گوشت چڑھتاہے۔(۱۰) قرآن پڑھنے ،شہد کھانے اور دودھ پینے سے حافظہ بڑھتا ہے۔(۱۱) گوشت کھانے سے شفا ہوتی ہے اور مرض دور ہوتاہے(۱۲) کھانے کی ابتدا نمک سے کرنی چاہیئے کیونکہ اس سے ستّر بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے۔ جن میں ایک جذام بھی ہے۔ (۱۳) مسورستّر انبیاء کی پسندیدہ خوراک ہے اس سے دل نرم ہوتاہے اور آنسو بنتے ہیں۔(۱۴) کھانا ٹھنڈا کرکے کھانا چاہیئے اور پیالے کے کنارے سے کھانا چاہیئے[۱۰]"

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے علمی وطبی آثار اورعرفانی وروحانی افادات وتبرکات میں آپ کی کئی اہم اور گرانقدر تصنیفات بھی ہیں جن میں "صحیفۃُ الرّضاء" "صحیفۃ الرضوی" "طبّ الرّضا" اور "مسند رضا" شامل ہیں۔جن کا ذکر بزرگ اور جلیل العلماء مثلاً علاّمہ مجلسی ،علاّمہ طبرسی اورعلاّمہ زمخشری وعلاّمہ شبلی نعمانی وغیرہ نے بڑے احترام سے کیا ہے اور ان کا ترجمہ بھی بہت اہتمام سے کیا ہے۔

آپ کی مذکورہ ہمہ جہت علمی ودینی خدمات اور وسیع ووقیع روحانی وعرفانی فیوض وبرکات اور فرہنگی وثقافتی تبلیغات سے یہ بات بخوبی ظاہراور ثابت ہوجاتی ہے کہ آپ محافظ شریعت بھی تھے اور مجدد شیعت تھے۔

حوالے:

۱۔ چودہ ستارے،ص ۴۳۱، حجۃ الاسلام مولانا سید نجم الحسن کراروی، نظامی پریس لکھنؤ

۲۔ چودہ ستارے، ص ۴۳۲، حجۃ الاسلام مولانا سید نجم الحسن کراروی، نظامی پریس لکھنؤ
۳۔ جامع الاصول، علامہ ابن اثیر جذری، بحوالہ چودہ ستارے، ص۴۲۶، نظامی پریس لکھنؤ
۴۔ تحفۂ اثنا عشریہ، ص۸۳
۵۔ چودہ ستارے، ص۴۳۱، حجۃ الاسلام مولانا سید نجم الحسن کراروی، نظامی پریس لکھنؤ
۶۔ مسند امام رضاؑ، ص ۷، طبع مصر ۱۳۴۱ھ
۷۔ چودہ ستارے، ص۴۴۵، حجۃ الاسلام مولانا سید نجم الحسن کراروی، نظامی پریس لکھنؤ
۸۔ صواعق محرقہ، ابن حجر مکی، بحوالہ چودہ ستارے، ص ۴۳۲، نظامی پریس لکھنؤ
۹۔ چودہ ستارے، ص ۴۵۳، حجۃ الاسلام مولانا سید نجم الحسن کراروی، نظامی پریس لکھنؤ
۱۰۔ چودہ ستارے، ص ۴۳۴ تا ۴۳۵، حجۃ الاسلام مولانا سید نجم الحسن کراروی، نظامی پریس لکھنؤ